حدِّ نظر

سُمیرا حمید

کس جرم کی پاداش میں آخر یہ سزا ہے
میں نے تو جو سچا تھا وہی حرف لکھا ہے
میں نے کبھی اپنوں سے شکایت تو نہیں کی
پھر کس لیے مجھ سے میرے اپنوں کو گلہ ہے

وہ اس کے کمرے میں آئیں اسے دیکھا تو وہ اپنے کمرے میں جھولتی کرسی پر گم صم بیٹھی تھی جیسے فرصت سے وہاں بیٹھی ہو جیسے ایسے ہی بیٹھے رہنا ہو اور جیسے دنیا میں ایسے ہی اسے رہنا ہو۔

''نیلم! آؤ آئس کریم کھانے چلیں۔'' اس نے چونک کر انہیں دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

''چلو نا بیٹا!'' وہ چاہتی تھیں کہ وہ اس گم صم حالت سے نکل آئے۔

''میرا دل نہیں چاہ رہا۔'' وہ ہمیشہ ایسے ہی انکار کر دیتی تھی۔

''بیٹا! ایسے کب تک چلے گا' تمہیں خود کو ٹھیک کرنا چاہیے۔''

''جب ہم وہ کرتے ہیں جو بظاہر ٹھیک ہوتا ہے تو وہ غلط کیوں ہوتا ہے ماما! ہمیں تو سب ٹھیک ٹھاک ہی چاہیے نا پر ٹھیک ہوتا ہی نہیں۔'' وہ نہ چاہتے ہوئے بولی۔

''کچھ غلط نہیں ہوا میں سب ٹھیک کرلوں گی۔'' انہوں نے کہا۔

''غلط ہوا ہے ماما! ہم سب جانتے ہیں غلط تو ہوا ہے لیکن مجھے صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ میرا قصور کیا ہے' غلطی مجھ سے کہاں ہوئی؟'' اس نے یاسیت سے کہا اک عمر کی تھکن اس کے لہجے میں سمٹ آئی تھی۔

''تمہاری کوئی غلطی نہیں۔'' یہ بات وہ اسے بہت بار سمجھا چکی تھیں ان کا اپنا انداز کھوکھلا سا ہو گیا تھا۔

''پھر کوئی گناہ کیا ہوگا میں نے' خالی پیپر پر تو صفر ملتا

ہے نمبر تو غلط جواب دینے پر کٹتے ہیں۔"

اتنی الجھی بات...... اس بات نے ان پر عجیب سا اثر کیا۔

"مجھے یقین ہے یہ کسی گناہ کی سزا ہے۔" وہ مزید گویا ہوئی۔

"نیلم ایسے مت سوچو۔" اس نے اسے سمجھانا چاہا۔

"پھر کیسے سوچوں...... کون سوچے گا ایسے؟" انہوں نے اندر ہی اندر دہل کر خود سے کہا۔ میں اسے کمرے میں ہی اکیلا چھوڑ کر دوبارہ لاؤنج میں آ گئی۔

❀......❀......❀

زنیرہ رات کے کھانے کے لیے کچن میں خانساماں کے ساتھ کام کروا رہی تھی۔ اس نے سیاہ لباس پہنا ہوا تھا انہوں نے زنیرہ کو دیکھا اور دیکھتی ہی رہیں۔

"مجھے یقین ہے یہ کسی غلطی کسی گناہ کی سزا ہے۔" نیلم نے بہت پہلے بھی ایسی ہی کوئی بات کی تھی بازگشت نئے سرے سے ان کے اندر تازہ ہو گئی تھی۔

"زنیرہ......" انہوں نے آواز دی۔

"جی مامی!" وہ کچن سے نکل کر ان کے پاس آئی۔

"کیا کر رہی ہو کچن میں، کرنے دو خانساماں کو کام تم یہاں آؤ میرے پاس آ کر بیٹھو۔" زنیرہ ہاتھ میں پکڑی چھری واپس کچن میں رکھ آئی وہ انہیں کبھی انکار نہیں کرتی تھی۔

"کامران ٹھیک ہے نا۔"

"ٹھیک ہیں وہ۔" وہ پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

صائمہ رکی...... سوچا اور پوچھ ہی لیا۔

"تمہارا اپنا گھر ہے جب تک چاہے رہو لیکن تم کبھی ایک دن سے زیادہ نہیں رہی، کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا کامران کے ساتھ؟" زنیرہ مسکرائی۔

"کامران نے ہی کہا تھا کہ جا کر رہ لو میں خود بھی رہنا چاہتی تھی۔ نیلم کو میری ضرورت ہے مامی!" انہوں نے گہری سانس لی۔ زنیرہ کی شادی کے ڈیڑھ سال بعد انہیں خیال آیا کہ وہ پوچھے کہ وہ کامران کے ساتھ خوش ہے، جس نظر سے انہیں نیلم اداس اور گم صم دکھائی دے رہی تھی وہ نظر اس پر کبھی نہیں پڑی تھی۔

"آپا کا فون نہیں آیا پہلے تو روز کر لیتی تھیں مگر اب دیکھو کتنے دن ہونے کو آئے لا کر دینا مجھے میرا فون، کرتی ہوں آپا کو۔" زنیرہ نے فون لا دیا۔

"اتنے دن ہو گئے آپا آپ نے فون ہی نہیں کیا؟" وہ ان کی آواز سنتے ہی شکوہ کرنے لگیں۔

"اتنے دن کہاں صائمہ! تین دن پہلے ہی تو کیا تھا فون!" نرگس آپا ٹھیک کہہ رہی تھیں وہ تین چار دن بعد ہی فون کیا کرتی تھیں ہمیشہ سے۔ صائمہ کو ہی دن بڑے اور لمبے لگنے لگے تھے کہ کٹتے ہی نہیں تھے۔ انتظار تھا کہ ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

آپا کچن میں نئی الماریوں کے بارے میں بتانے لگیں جو انہوں نے نئی بنوائی تھیں پھر پردوں اور رنگ و روغن پر آ گئیں۔ جیسے ہی وہ خدا حافظ کہنے لگتیں، صائمہ بات بڑھا دیتی' آدھے گھنٹے بعد انہیں ضروری کام کا کہہ کر فون بند کرنا ہی پڑا۔ صائمہ تشویش سے فون ہاتھ میں پکڑے دیکھ رہی تھیں آپا نے پھر ساری باتیں کر ڈالیں نہ کی تو نیلم اور فرقان کے رشتے کی بات' اپنی کار کی سروس تک کا بتا ڈالا' کتنے اشارے دیے انہوں نے نیلم کے مگر انہوں نے سمجھا ہی نہیں۔ بمشکل ایک گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ انہوں نے پھر سے آپا کا نمبر ملایا۔

میری بہن ہے' سیدھی طرح بات کرنے میں کیا جاتا ہے' ان سے نہ کہوں تو کس سے کہوں۔ ڈرنا کیسا' ہچکچاہٹ کیسی، وہ نمبر ملانے لگیں۔

قریبی مارکیٹ تک ہی تو جانا تھا انہیں آ گئیں ہوں گی' انہوں نے ساتھ ہی وقت کا حساب بھی کیا۔

"خیر تو ہے صائمہ!" آپا نے چھوٹتے ہی کہا' ان کی آواز سے پریشانی عیاں تھی۔

"جی...... وہ بس۔" وہ شرمندہ اور آپا چپ سی ہو گئیں۔

"پریشان ہو صائمہ؟"

"بہت......" وہ رونے لگیں۔

"نیلم......" آپا سمجھ گئی تھیں

"مجھ سے کیا چاہتی ہو؟" آپا نے پوچھا۔

"آپا وہ...... فرقان اور نیلم......" آگے وہ کہہ بھی نہیں سکیں' آپا نے جیسے گہری سانس لی۔

"صائمہ! تم میری بہن ہو اور اب تم سے کیا چھپانا' تمہیں اس لیے نہیں بتایا کہ تم اداس ہو جاؤ گی۔ نیلم کی طلاق کے بعد ہی میں نے فرقان سے بات کی تھی' اس نے کہا جب خالہ نے پہلے ہاں نہیں کی تو اب کیسے کریں گی۔"

"میری طرف سے ہاں ہے آپا!" انہوں نے آپا کو درمیان میں ہی ٹوک دیا۔

"صائمہ! میری پوری بات سنو۔ اس نے کہا کہ خالہ کہیں بھی تو انکار کر دیجیے گا' جو پہلے انکار تھا وہ اقرار کیوں بن گیا۔ صائمہ! میں فرقان کی بات سمجھ گئی تھی' مجھے افسوس ہے کہ تم نے انکار کرتے ہوئے اتنا نہیں سوچا مگر اب تم......"

"آپا اپنے ہی اپنوں کے کام آتے ہیں۔"

"اسی لیے ساری دنیا چھوڑ کر نیلم کا رشتہ تم سے مانگا تھا' اس وقت تمہارا کہنا تھا کہ تم اپنی اکلوتی بیٹی کو اتنی دور امریکہ میں نہیں بھیج سکتیں۔ اب تم کیسے بھیج دو گی؟"

صائمہ اس سوال پر چپ ہی رہی۔

"افسوس تو یہ ہے صائمہ کہ تب نیلم میری خواہش تھی تم نے ہاں نہیں کی اب اپنی مجبوری کے وقت تم......" انہوں نے تلخی سے کہا۔

"مجبوری کیسی آپا! لولی لنگڑی تو نہیں ہے نیلم! خوب صورت ہے پڑھی لکھی ہے۔" آپا نے طنز نہیں کیا تھا مگر انہیں طنز ہی لگا۔

"آپ مجھے کیا جتانا چاہتی ہیں' یہی کہ وہ طلاق یافتہ ہے' صرف نکاح ہوا تھا اس کا' رخصت نہیں ہوئی تھی وہ۔ نکاح بھی صرف آٹھ ماہ رہا' کیا دنیا میں طلاقیں نہیں ہوتی۔ نیلم کی طلاق...... نیلم کی طلاق...... ویسی کی ویسی ہے میری بچی! ایک صرف اتنی سی بات' ایسی ہی لعنت ہوتی یہ طلاق تو جائز نہ ہوتی۔ ہمارا مذہب اس کی اجازت نہ دیتا لیکن آپ لوگ...... ڈریں خدا سے۔" وہ آپا سے نہیں دنیا کے کسی بڑے جج سے مخاطب تھیں جیسے وہ چاہتی تھیں کہ فیصلہ ہو ہی جائے کہ جائز حکم پر اتنا واویلا کیوں' حق پر داغ کی مہر کیوں؟

"وہی نیلم جس کے سب آگے پیچھے گھومتے تھے آج وہی نیلم بری بن گئی۔" ان کا غصہ عروج پر تھا۔

آپا نے تحمل سے سب سنا لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔ صائمہ نے ہی غصے سے فون بند کر دیا۔

❀......❀......❀

"کیا عیب ہے اس میں؟" جلال انہیں پاس بٹھاتے پوچھ رہے تھے۔

"کوئی عیب نہیں ہے۔" انہوں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"تو یہ انکار کیوں؟"

"یہ انکار نہیں میری مرضی ہے اور میری مرضی یہ ہے کہ میں اس کی شادی کروں جیسے مجھے نیلم کی کرنی ہے۔" انہوں نے جواز پیش کیا۔

"شادی کا ہی تو کہہ رہا ہوں فائق سے کر دو اس کی شادی۔"

"ایک بار کہا ہے بار بار مت کہلوائیں' فائق سے اس شادی نہیں ہوگی۔"

"تم تو کہتی تھیں کہ زنیرہ تمہاری بیٹی ہے۔" وہ تحمل سے پوچھ رہے تھے۔

"کہتی تھی اب بھی کہہ رہی ہوں' زنیرہ میری بیٹی ہے۔ بیٹیاں بیاہی جاتی ہیں انہیں گھر میں نہیں رکھا جاتا۔"

"فائق کے ساتھ بیاہ دو گی تو کیا جائے گا تمہارا؟"

"فائق میرا بیٹا ہے' زنیرہ اس کی بہن ہے۔"

"بہن نہیں ہے زنیرہ اس کی' اپنے انکار کے لیے تم اسے زبردستی اس کی بہن بنا رہی ہو۔"

''ابھی تو آپ نے پوچھا کہ کیا وہ میری بیٹی نہیں اب فائق کی بہن ہونے سے انکار کیسا؟'' انہوں نے طنز کیا۔

''یہ لفظوں کا ہیر پھیر ہے صائمہ! ایسا مت کرو۔'' انہوں نے سمجھانا چاہا۔

''آپ اس معاملے میں مت بولیے' یہ میرا مسئلہ ہے۔''

''یہ مسئلہ فائق کا ہے۔'' انہوں نے ایک بار پھر کوشش کی۔

''فائق کا کیا مسئلہ ہے اس سب سے؟'' وہ چڑ گئیں۔

''کیونکہ فائق نے ہی مجھے کہا ہے تم سے بات کرنے کے لیے۔''

''فائق نے......؟'' وہ سناٹے میں آ گئیں۔

''تم نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں تو کم سے کم اپنے بیٹے کی آنکھیں ہی پڑھ لیتیں۔''

''یہ کیوں نہیں کہتے کہ جو پٹی آپ نے اس کی آنکھوں پر باندھ دی ہے وہ پڑھ لوں۔'' ایک افسردہ سی نظر جلال نے ان پر ڈالی۔

''تم تو کبھی ایسی نہیں تھی صائمہ! بیٹی بنا کر رکھا ہمیشہ اسے پھر اب کیا ہو گیا؟ یا تمہیں اس کے ٹیڑھے ہاتھ پر اعتراض ہے۔'' انہوں نے صاف گوئی سے پوچھا۔

''مجھے اس کے ہاتھ سے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن میں نے اسے کبھی فائق کی بیوی کی حیثیت سے نہیں دیکھا۔''

''اب دیکھ لو......''

''میں دیکھنا نہیں چاہتی' ہم نیلم کی طرح زنیرہ کو بھی اس گھر سے رخصت ہی کریں گے بس...... آپ یا کوئی اور اس موضوع پر دوبارہ کوئی بات نہ کرے۔'' انہوں نے اٹل انداز میں کہا۔

''تمہیں نظر نہیں آتا کہ وہ زنیرہ کو کس قدر پسند کرتا ہے۔''

''وہ صرف اپنی کزن کو پسند کرتا ہے کزن کی حیثیت سے ہی ورنہ وہ تو سارا سال باہر رہتا ہے اسے تو پڑھائی سے ہی فرصت نہیں اپنی خواہش کو اس کی پسند کا نام مت دیں۔''

''چلو میری ہی خواہش سہی ایک میری بھانجی ہے اور ایک بیٹا۔ دونوں کا سرپرست میں ہی ہوں' جب چاہوں کر سکتا ہوں ان دونوں کا نکاح' تم سے رائے لی' تمہیں منایا مگر تم...... تم تو کچھ سمجھنا ہی نہیں چاہتیں۔'' جلال کو بے تحاشا غصہ آ گیا۔

اس انداز اور اس بات پر وہ بھڑک کر اپنے کمرے سے باہر نکلیں' لاؤنج میں سب خاموشی سے بیٹھے ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ ایسی بحث ان میں پہلے بھی دو تین بار ہو چکی تھی۔ گھر میں چلنے والی کشمکش سے سب ہی واقف تھے' ان سب میں صرف زنیرہ ہی موجود نہیں تھی وہ اپنے کمرے میں گم صم بیٹھی تھی۔ صائمہ نے زنیرہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ کمرے میں لے گئیں۔

''زنیرہ کیا میں نے تمہیں ماں بن کر نہیں پالا۔'' زنیرہ سر جھکائے کھڑی رہی۔

''وہ کون سی چیزیں ہیں جو فائق' نیلم اور شاہ میر کو تو ملی مگر میں نے تمہیں نہیں دیں؟ کس چیز کو تم نے مانگا اور میں نے انکار کیا؟'' وہ زنیرہ کے پاس کھڑی اپنی نیکیاں گنوا رہی تھیں۔ اب وہ ان نیکیوں کا اجر مانگ رہی تھیں۔

''جب ماں بن کر سب کچھ میں نے کیا تو تمہاری شادی بھی میں کروں گی یا...... تم اپنی مرضی اپنے ماموں کو بتا دو۔'' صائمہ نے صاف صاف زنیرہ کو دو راستے دکھا دیئے ایک اس کی پرورش سے اب تک کا اور ایک اس کی اور فائق کی شادی کا۔ پہلی صورت میں اسے مامی کا قرض اتارنا تھا' دوسری صورت میں وہ احسان فراموش بن جاتی اس سے ماں جیسی مامی چھن جاتیں۔

زنیرہ نے سر اٹھا کر دونوں کی طرف دیکھا' اس نے ایک بار بھی اپنے دل کی طرف نہیں دیکھا۔

''مامی! مجھے آپ کا ہر فیصلہ قبول ہے۔'' کہہ کر وہ چلی گئی۔ صائمہ نے جلال کی طرف دیکھا' جلال نے تاسف سے انہیں گھورا۔

''افسوس کہ جو انسان ساری زندگی انسانیت کی معراج کی محفلیں لوٹتا رہا ہو آج اس نے چیزیں اور احسان گنوا کر کسی کا حق لے لیا اگر تم واقعی میں زنیرہ کی ماں ہوتیں تو زنیرہ کے چہرے کی وحشت پڑھتیں۔ تم اس کے لیے دنیا کا بہترین انسان اپنا بیٹا منتخب کرتیں' بہترین گھر اپنا گھر اسے دیتیں' صرف اپنی بیٹی کہہ دینا کافی نہیں ہوتا۔ ماں بننا پڑتا ہے تم نے اسے چیزیں تو سب لے کر دیں جن پر اس نے انگلی رکھی کیونکہ تمہارے پاس اتنے پیسے تھے جب اس نے انگلی تمہارے بیٹے کی طرف کی تو تم بدل گئیں۔''

''ایسا کچھ نہیں ہے۔'' انہوں نے صرف اتنا ہی کہا اور کمرے سے نکل گئیں۔

❁......❁......❁

گھر پر ان دنوں عجیب خاموشی کا راج تھا' ایک وہی تھیں جو بولتی تھیں' انہوں نے زنیرہ کے لیے رشتہ تلاش کرنا شروع کر دیا۔ نیلم کو تو جو دیکھتا وہی رشتہ مانگ لیتا مگر زنیرہ کے ساتھ ایسا نہیں تھا۔ خوب صورت زنیرہ بھی بہت تھی' ایم بی اے کر رہی تھی لیکن سب ہی ملنے جلنے والے جانتے تھے کہ وہ اس کے سرپرست ہیں' ماں باپ نہیں۔ اس صورت میں لوگ نیلم کے لیے تو کہتے تھے لیکن زنیرہ کا نام نہیں لیتے تھے' اپنے کیپٹن' پائلٹ' ڈاکٹر' انجینئر' بزنس مین بیٹوں کے لیے انہیں ایک بڑے خاندان کی لڑکی چاہیے تھی' بڑے خاندان میں پلنے والی لڑکی نہیں۔ زنیرہ کے والد اور والدہ کا دوران عمرہ کار ایکسیڈنٹ میں انتقال ہوا تھا' اس وقت وہ چار سال کی تھی اور اپنی دادی کے ساتھ پاکستان میں تھی۔ دادی نے چند ماہ تو پرورش کی پھر اپنی بیماری کے ہاتھوں مجبور ہو کر جلال کو بلوالیا' اس وقت صائمہ کے اصرار پر وہ زنیرہ کو اپنے گھر لائے تھے ورنہ زنیرہ کے بڑے ماموں جو کینیڈا میں ہوتے تھے اسے اپنے ساتھ رکھنے کے لیے تیار تھے مگر صائمہ نے ضد کی کہ وہ زنیرہ کو اپنے پاس رکھیں گی۔ زنیرہ کو اس کے چچا اور پھوپھی بھی لینے کے لیے تیار تھے مگر زنیرہ کی دادی کا خیال تھا کہ وہ اپنے ننھیال میں زیادہ اچھی طرح پرورش پا سکے گی اور ایسا ہی ہوا۔ نیلم اور زنیرہ میں سال کا ہی فرق تھا۔ زنیرہ' نیلم سے ایک سال ہی بڑی تھی' دونوں کے ایک جیسے ہی کپڑے بنتے تھے' دونوں ایک ہی اسکول میں تھیں' کوئی بھی چیز ایسی نہیں تھی جو نیلم کے پاس تو تھی مگر زنیرہ کے پاس نہیں تھی۔

لیکن اب...... زنیرہ کے انکار پر سب ہی حیران رہ گئے اور ان کی ناں ہاں میں نہیں بدلی' انہوں نے زنیرہ کے لیے رشتہ تلاش کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ددھیال والوں سے بھی بات کی لیکن وہ خود اس بات پر حیران تھے کہ اپنے بیٹے سے کرنے کی بجائے وہ ان سے کیوں پوچھ رہی ہیں ان کی حیرانگی پر وہ چڑ گئیں اور انہوں نے دوبارہ کہنا ہی فضول سمجھا' زنیرہ کے لیے رشتہ تلاش کرتے انہیں پہلی بار احساس ہوا کہ یہ اتنا آسان کام نہیں ہے' لوگ ان کا نام اور خاندان کے بارے میں جان کر گھر تک تو آ جاتے مگر باقی تفصیلات جان کر واپس پلٹ جاتے۔

توبہ اتنے سوال جواب...... انہیں غصہ آ جاتا' ایک رشتہ آیا تو وہ زنیرہ کا ٹیڑھا دایاں ہاتھ دیکھ کر ہی پلٹ گیا۔

''بس کرو یہ تماشہ۔'' جلال کو سن گن ملی تو تڑپ اٹھے۔

''تماشہ بنا ڈالا ہے اس بچی کا' کچھ ڈرو خدا سے صائمہ! سوچو اس تکلیف کا جو زنیرہ کو ہوتی ہو گی۔ کہاں گیا وہ تمہارا رحم دل' تمہاری ہمدردی' تمہارا پیار۔'' وہ گڑبڑا گئیں۔

''رشتوں کے معاملات میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔''

''رشتے...... ہونہہ! تمہاری خوب صورت بیٹی کے بڑے باپ کی وجہ سے اس کے پیچھے تو رشتوں کی لائن لگی ہے تو تمہیں کیا پتا رشتوں کے سلسلے میں کیا معاملات درپیش ہوتے ہیں۔''

''جو نیلم کے لیے تلاش کروں گی وہی زنیرہ کے لیے کر رہی ہوں۔'' انہیں جلال کا طنز برا لگا۔

''نیلم کے لیے تمہیں تلاش کرنا نہیں پڑے گا' یہ بات تم بھی جانتی ہو۔ کاش تم زنیرہ کو بھی اس سب سے آزاد

کر دیتیں۔ مان لو میری بات صائمہ! اس بچی پر رحم کرو اگر تمہارے احسانوں نے اس کی گردن جھکا دی ہے تو تم ہی آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگالو۔'' انہوں نے کچھ امید لیے انہیں منایا مگر حسب معمول ناامید ہی رہے۔

❁......❁......❁
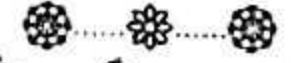
خاندان کے بہت سے اور لوگوں نے انہیں سمجھایا کہ گھر کی لڑکی گھر میں ہی رکھ لیں اور پھر جب گھر کے لڑکے چھوڑ کر باہر نکلو تو لوگ سمجھتے ہیں لڑکی میں کوئی عیب ہے مگر عیب تو کہیں اور تھا' وہ عیب انہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

کچھ فیملی فرینڈز نے حتیٰ کہ نرگس آپا نے بھی سمجھایا مگر انہوں نے کسی کی نہیں سنی اور زنیرہ کا رشتہ طے کر دیا۔ لڑکے کا خاندان ان کے خاندان کی طرح بڑا اور اونچا نہیں تھا لیکن انہوں نے ہاں کر دی۔ جلال تو اس سارے معاملے میں بولے ہی نہیں اور فائق بہت پہلے ہی لندن واپس جا چکا تھا اس نے اپنی چھٹیاں بھی پوری نہیں گزاری تھیں۔ اپنی ماں کے رویے سے وہ بُری طرح سے دل برداشتہ تھا۔ اس سب سے پہلے زنیرہ بھی نیلم کی طرح ہی ضدیں کیا کرتی تھیں۔ ہاں' ناں' یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے...... یہ چاہیے' وہ نہیں چاہیے لیکن پھر اس نے مامی کی ہاں میں ہاں ملانا شروع کر دی حتیٰ کہ اس نے دلہن کا اپنا جوڑا بھی خود پسند نہیں کیا' گھر کی پہلی شادی تھی اس لیے خوب دھوم دھام سے کی گئی پھر بھی شادی' شادی نہیں لگ رہی تھی۔

زنیرہ کا ایم بی اے بھی نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے فٹ سے شادی کر دی۔ وہ جلال کے تیور دیکھ چکی تھیں۔ نیلم کالج میں فورتھ ائیر کی طالبہ تھی' زنیرہ کی شادی کے چند ماہ بعد انہوں نے جلال کے ایک بزنس مین بیٹے کے ساتھ نیلم کا بھی نکاح کر دیا۔

شادی ازمیر کی تعلیم کے مکمل ہونے پر ہونی تھی' نکاح کے بعد ازمیر لندن پڑھنے چلا گیا۔ جلال ہی کہ کہنے پر فائق نے ازمیر کے ساتھ لندن میں میل ملاپ بڑھانا شروع کر دیا' چند ماہ نہ جانے جمال اور فائق میں کیا چلتا رہا کہ جمال کو لندن جانا پڑا' چند ہفتے وہاں گزار کر جب جمال واپس آئے تو آتے ہی ازمیر کے خاندان سے طلاق کا مطالبہ شروع کر دیا۔ وہ وہاں ایک ناجائز بچی کا باپ تھا' ازمیر کی اسکول کی تعلیم بھی لندن سے ہی ہوئی تھی وہ چند ماہ ہی پاکستان میں گزارتا تھا۔ اس کا سارا خاندان البتہ لاہور میں ہی آباد تھا اور اس خاندان کو ہی دیکھ کر انہوں نے رشتہ دیا تھا۔

صائمہ کی پُرآسائش اور مکمل زندگی میں یہ پہلا بڑا اور شدید جھٹکا تھا وہ کیسے چوک گئیں وہ سالوں سے ازمیر کے خاندان کو جانتی تھیں' جب وہ رشتہ لے کر آئے تو انہوں نے فوراً ہاں کر دی' جلال کے اصرار پر بھی انتظار نہیں کیا ورنہ فائق لندن میں ہی تھا کچھ تو اتا پتا کر ہی سکتا تھا۔ جلال کو ان کی جلد بازی پر افسوس تھا مگر بروقت طلاق پر وہ مطمئن تھے لیکن وہ خود کو نہیں سنبھال سکیں وہ شدید دباؤ میں رہنے لگیں ان کی بچی گھر بیٹھے بیٹھے ہی طلاق یافتہ ہوگئی تھی۔

ایک دن نیلم کالج سے آئی تو اس نے آتے ہی اپنا بیگ پھینکا اور لاؤنج کے فرش پر دھاڑے مار مار کر رونے لگی وہ حواس باختہ اس کے پاس بھاگی آئیں۔

''وہ سب پوچھتی ہیں کہ کیا میں نے عدت مکمل کرلی؟ مجھے بتائیں کہ کیا اس طرح کی طلاق پر عدت ہوتی ہے۔ مجھے بتائیں مام کہ طلاق کیا ہوتی ہے؟ طلاق لی ہے میں نے یا خلع؟ بتائیں مام مجھے' لڑکیاں پوچھتی ہیں وہ اتنا کچھ پوچھتی ہیں؟'' وہ روئے جا رہی تھی ان کے دل پر قیامت گزر گئی' اتنی کالج جاتی بچی چند ماہ کے فرق سے طلاق یافتہ ہوگئی تھی۔

کیا اتنی بُری ہوتی ہے طلاق؟ اتنی گھٹیا چیز؟ اس سب میں نیلم کا کیا قصور تھا؟ ان کا دل چاہا ایک ایک سے جا کر پوچھیں۔

نیلم نے کالج جانا چھوڑ دیا' اونچی آواز میں موسیقی سننا آدھی رات کو پیزا منگوا کر کھانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ زنیرہ نے اسے لاکھ سمجھایا کہ وہ کالج جائے اپنی تعلیم پر توجہ دے مگر وہ نہیں مانی۔ وہ شروع سے ہی حساس تھی اب اس کی ساری حساسیت سامنے آ رہی تھیں۔ اس کی اونچی پونی ٹیل بکھرے ہوئے بالوں کی صورت اختیار کر چکی تھی۔

اس نے شدت سے اپنی طلاق کا صدمہ لیا تھا اور صدمے کی ہی کیفیت میں صائمہ تھی۔ نیلم روتی تو نہ جانے کیوں انہیں زنیرہ کی آنکھیں یاد آ جاتیں۔ انہیں یاد آیا کہ جس دن زنیرہ نے جلال کی سامنے ان کے ہر فیصلے کو ماننے کا کہا تھا اس سے اگلے دن اس کی آنکھیں کس قدر سرخ اور غمگین تھیں۔

یہ سب انہیں اب کیوں یاد آ رہا ہے' زنیرہ کا چپ رہنا اور گیلی آنکھوں کو چھپاتے پھرنا اور وہ آدھی رات کو پچھلے لان میں ایک کونے میں بیٹھے رہنا۔

وہ لوگ مری میں دس دن رہ کر آئے تو زنیرہ نے اپنے کمرے میں جاتے ہی رونا شروع کر دیا۔ صائمہ اس کے کمرے کی طرف بھاگیں' سوکھے سڑے پودے کو وہ ہاتھوں میں لیے رو رہی تھی' وہ جاتے ہوئے اسے باہر لان میں رکھنا بھول گئی تھی تاکہ مالی اس کی دیکھ بھال کر سکے۔ پودا بند کمرے میں بنا پانی کے سوکھ چکا تھا' سب نے اسے لاکھ سمجھایا مگر وہ نہیں سمجھی۔ سوگ کی صورت لیے کئی دن پڑی رہی' صائمہ نے بھی اسے سمجھایا تو اس نے کہا کہ وہ صرف ایک پودا نہیں تھا وہ ایک شگون تھا جو نہ جانے کیوں اسے اب بدشگون لگ رہا ہے۔ زنیرہ اس پودے کے لیے نہیں اس بدشگونی کے لیے روئی تھی۔

وہ پودا اسے فائق نے لا کر دیا تھا' وہ شاید اسے اپنی محبت کا تحفہ سمجھ کر پروان چڑھانا چاہتی تھی شاید کچھ اور بھی تھا اس کے لیے اس پودے میں کہ وہ اب اس کے لیے بدشگون بن گیا تھا۔

اس وقت وہ یہ نہیں سمجھیں کہ وہ اسے بدشگونی کیوں کہہ رہی ہے صرف ایک پودے کے سوکھ جانے پر اور...... اب وہ سمجھ گئی تھیں۔ ''کچھ باتیں ہم کتنی دیر میں سمجھتے ہیں نا' کتنا غلط کرتے ہیں۔ آنکھیں اور دماغ کھول کر نہیں رکھتے' ضمیر اور دل ضرور کھلا رکھنا چاہیے۔ ہم انسان کتنی جلدی شیطان بنتے ہیں' کتنی جلدی ہوتی ہے بگڑنے کی ہمیں۔'' صائمہ نے اپنی گیلی آنکھیں پونچھیں' ان کے اندر بوجھ بڑھتا جا رہا تھا۔ نیلم کے پیچھے کئی رشتوں کی لائن تبدیل ہوگئی تھی' لوگ اب اپنے بیٹوں کا تذکرہ ان کے سامنے نہیں کرتے تھے بلکہ نیلم کی طلاق پر افسوس کرتے تھے۔ ان کے لیے اب بھی ان کی بیٹی پہلے جیسی ہی تھی اور پہلے جیسا ہی رہنا تھا وہ آج بھی اس کے لیے سب کچھ اعلیٰ اور بہترین ہی چاہتی تھیں۔

جلال نے ٹھیک کہا تھا انہیں زنیرہ کا ٹیڑھا ہاتھ نظر آتا تھا' لوگ ان کے میڈیکل کے اسٹوڈنٹ بیٹے کے لیے ان کے آگے پیچھے ہوتے تھے انہیں یہ سب اچھا لگتا تھا۔ زنیرہ کے ساتھ شادی کی صورت میں سسرال بھی وہی ہوتا اور میکے والے بھی وہی۔ اتنے لائق فائق بیٹے کے لیے تو شہر کے بڑے بڑے خاندان ان کے اشارے کے منتظر تھے' انہی سب میں انہیں زنیرہ نظر نہیں آئی نہ ہی فائق اور زنیرہ کی محبت۔ انہوں نے نام نہاد ضد اور مرتبے کے لیے جو کیا بُرا کیا۔ وہ خود سے کہہ رہی تھیں کہ صائمہ کچھ بُرا ہو گیا ہے مگر اب وقت ان کی مٹھی سے پھسل چکا تھا' بہت سے دن پَر لگا کر گزر گئے۔

❁......❁......❁
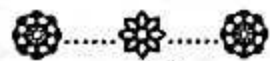
ایک دن زنیرہ کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے اپنے کمرے میں لے آئیں اور اسے سینے سے لگالیا۔

''مجھے معاف کر دو۔'' زنیرہ ان کے الفاظ پر سُن سی ہوگئی۔

''ایسے مت کہیے۔''

''مجھے کہنے دو اور تم صرف سنو بجائے اس کے کہ میرا گناہ مجھے پڑھ کر سنایا جائے مجھے سنانے دو۔ تم مجھے یہ اقرار کرنے دو کہ میں کب گر گئی' میں نے کہاں گناہ کیا اپنا دل سخت کر لیا' مجھے بولنے دو مجھے قبول کرنے دو زنیرہ! تمہیں بیٹی کی طرح پال ہی سکی تمہیں بیٹی بنا نہیں سکی' بنا تی تو تمہاری سوجھی ہوئی آنکھیں پڑھتی۔ تمہارے دکھ کی کھوج میں لگتی' میں اندھی نہیں تھی مجھے نظر آ رہا تھا کہ فائق

تمہیں کس قدر پسند کرتا ہے اور تم اس سے کتنی محبت کرتی ہو۔ تمہاری ہنستی مسکراتی محبت مجھے سنائی دے رہی تھی‘ میں نے ہی کان بند کرلیے تھے‘ تمہارے جسم کا یہ نقص‘ تمہارا پیدائشی ٹیڑھا ہاتھ بھی دکھائی دیتا تھا۔ آج نیلم کی طلاق مجھے عیب نہیں نظر آتی‘ ہاں مگر تمہارے ہاتھ کا عیب تب نظر آتا تھا‘ مجھے بار بار یہ یاد آتا تھا کہ میں نے تمہیں پالا ہے۔ یہ میرا احسان ہے کیا! میں پال پوس کر احسان کرتی ہیں پھر میں نے اپنے فرائض صرف تمہیں ہی کیوں گنوائے؟ نیلم کو دیکھ کر مجھے تم یاد آتی ہو تب مجھے نیلم اور تم الگ الگ کیوں نظر آئی تھیں؟ میری کم ظرفی کے میں نے تمہیں چیزیں تو سبھی دیں مگر اپنا بیٹا نہیں دے سکی۔ میں گرگئی اپنے مقام سے......“ بولتے بولتے وہ رونے لگیں۔

”مامی......!“ زنیرہ نے ان کا ہاتھ چوما۔

”آپ مجھے ہر رشتے سے زیادہ پیاری ہیں‘ ایسا مت سوچیے۔“

”ٹھیک کہا اسی لیے تم نے مجھ کو فائق پر ترجیح دی‘ تم فائق کو پاکر مجھے کھونا نہیں چاہتی تھیں مگر میں نے تمہیں کھودیا۔ تم نے مجھے ماں جیسا رتبہ ہی دیا پر میں نہیں دے سکی۔ جیسے اپنی بیٹی کی تکلیف پر تڑپ رہی ہوں‘ راتوں کو سوتی نہیں‘ تمہارے لیے یہ سب نہیں کیا میں نے۔ فرق واضح ہوگیا زنیرہ! مجھے میری اوقات معلوم ہوگئی‘ تمہاری پرورش وہ خیرات تھی جو مجھے باہر کرنی تھی مگر میں نے تمہیں گھر میں دی‘ خدا کی راہ میں خدا کو خوش کرنے کے لیے جو صدقہ وخیرات کیا جاتا ہے۔ تمہاری پرورش وہی خیرات تھی‘ دکھ تو یہ ہے کہ خدا کو خوش کرنے کے لیے میں نے خیرات ہی کی‘ کاش اپنا آپ بھی پیش کردیتی۔ تھوڑا سا ہی دل وسیع کرلیتی‘ رتبے اور شان وشوکت کا نہ سوچتی۔ کاش میں انسانیت سے نہ گرتی‘ نیلم کے لیے آج مجھے ساری دنیا گری ہوئی نظر آتی ہے۔ نیلم کے لیے ہی کیوں‘ تمہارے لیے مجھے اپنا آپ اس وقت گرا ہوا کیوں نظر نہیں آیا۔“ وہ رو رہی تھیں۔

ان کے اندر کی خلش باہر نکل رہی تھی ان کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ سب کو اکٹھا کرکے بتائیں کہ انہوں نے کیا کردیا۔ زنیرہ ان سے کس قدر پیار کرتی تھی وہ بھی کرلیتیں۔ زنیرہ ان کی ہر بات مانتی تھی‘ کبھی انکار نہیں کرتی تھی وہ بھی زنیرہ کی مان لیتیں اسے انکار نہ کرتیں۔

وہ بہت دیر تک روتی رہیں‘ زنیرہ بار بار ان کا ہاتھ اور پیشانی چوم رہی تھی۔

”آپ نیلم کے لیے پریشان مت ہو مامی! ہم سب کا خیال ہے کہ وہ دباؤ اور خود ترسی کا شکار ہوگئی ہے۔ ماموں اور میں چاہتے ہیں کہ ہم اسے فائق کے پاس لندن بھیج دیں تاکہ وہاں نئے ماحول میں وہ اپنی تعلیم شروع کرسکے۔ مامی! طلاق کو ہمیں عفریت بنا کر زندگیاں برباد نہیں کرنی چاہئیں۔ نیلم بھی سمجھ جائے گی آپ بھی اسے سمجھائیں اور خود کو بھی اذیت نہ دیں۔“

”کیا تم چاہتی ہو ایسا ہو؟“ انہوں نے زنیرہ سے پوچھا۔

”بالکل! ہم سب چاہتے ہیں کہ نیلم خود کو کمرے میں بند کرنے کی بجائے خود کو کامیاب کرے۔“

”پڑھنا تو تم بھی چاہتی تھیں‘ میں نے ہی درمیان میں تمہاری شادی کردی۔“

”میری فکر مت کریں‘ کامران میرا ایڈمیشن کروا رہے ہیں‘ ہمیں صرف نیلم کے بارے میں سوچنا ہے مجھے وہ بہت پیاری ہے۔“

”اور مجھے تم دونوں پیاری ہو۔“ وہ مسکرائیں ضرور مگر وہ جانتی تھیں کہ ندامت ایک عرصے تک ان کے اندر رہنے والی ہے۔ میری دو بیٹیاں ہیں وہ کہا کرتی تھیں انہیں اب کوشش کرنی تھیں اسے ثابت کرنے کی۔

❁